(۲۴)

(فرمودہ ۷۔جنوری ۱۹۳۵ء بمقام عید گاہ۔ قادیان)

عید کا دن خوشی کا دن کہلاتا ہے اور صحابہ کے طریق سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عید کے روز آپس میں کثرت سے ملا کرتے تھے۔[۱] ہمارے ملک کا عام دستور بھی یہی ہے کہ عید میں تمام لوگ باہم ملتے ہیں حتیٰ کہ ہماری زبان کا ایک محاورہ ہو گیا ہے کہ آؤ عید مل لیں۔ تو عید نشان ہے درحقیقت مل جانے کا اور اتحاد کا لیکن ایک جگہ پر مل کر بیٹھ جانا حقیقی اتحاد نہیں کہلا سکتا۔ جو لوگ ایک دوسرے کے دشمن بلکہ جان کے بیری ہوتے ہیں وہ بھی کبھی ریل میں کبھی ٹریم[۲] میں، کبھی موٹر میں، کبھی لاری میں مل کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ایک دوسرے کی شکل سے متنفّر طالبِ علم ایک کلاس روم میں اور ایک جماعت میں مل کر بیٹھتے ہیں۔ افسر ماتحت کا دشمن ہوتا ہے اور ماتحت افسر کا مگر پھر بھی انہیں ایک دفتر میں بیٹھ کر کام کرنا پڑتا ہے۔ افسر چاہتا ہے کہ ماتحت کو نقصان پہنچائے اور ماتحت چاہتا ہے کہ افسر کو ضُعف پہنچائے لیکن ظاہر میں وہ بالکل ایک ہوتے ہیں۔ پس کسی گروہ کا اکٹھے مل بیٹھنا اتحاد کی علامت نہیں۔ اتحاد تبھی پیدا ہوتا ہے جب دل ایک نقطۂ مرکزی پر جمع ہو جائیں۔ اگر دل نقطۂ مرکزی پر جمع نہیں، اگر خیالات میں اتفاق نہیں، اگر دلوں میں محبت اور یک جہتی نہیں تو بظاہر مل کر بیٹھنا کوئی نفع نہیں دے سکتا۔ انبیاء جو دنیا میں آتے ہیں ان کی غرض یہی ہوتی ہے کہ لوگوں کو ایک کر جائیں اور اس وجہ سے ان کا زمانہ عید ہوتا ہے۔ دنیا میں حقیقی عید صرف ان کے ذریعہ ہی میسّر آتی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ رسول کریم ﷺ کے دشمنوں کی نسبت فرماتا ہے کہ بظاہر یہ لوگ متحد و متفق نظر آتے ہیں مگر **قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى**[۳] ان کے دل ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ ان کے مقابلہ میں مسلمان ایک جسم نہیں مگر **اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ**[۴] خدا نے ان کے دلوں کو ایک کر دیا ہے۔ تو کفار کا جتھا بھی درحقیقت پراگندہ ہے اور مومنوں کے گروہ بھی دراصل ایک چیز ہے یہی چیز ہے جس کی وجہ سے انبیاء کی بعثت دنیا کے لئے رحمت قرار پاتی ہے۔ عربوں کے اندر بہت پرانی عداوتیں اور جنگیں تھیں۔ معمولی معمولی بات پر صدیوں تک لڑائیاں جاری رہتیں اور

کسی لڑائی کا دس بیس سال تک جاری رہنا تو معمولی بات سمجھی جاتی تھی۔ پھر لڑائیاں ان میں ایسی وجوہ کی بناء پر ہوتی تھیں کہ سن کر انسان کو حیرت ہوتی ہے۔ مثلاً کسی کے کھیت میں کسی آوارہ کُتیا نے بچے دے رکھے تھے کسی اور شخص کے مہمان کی اونٹنی چرتے چرتے اس کھیت میں چلی گئی اور ایک پِلّا اس کے پاؤں کے نیچے آکر مرگیا۔ کھیت والے نے اس بناء پر کہ اس کُتیا نے میرے کھیت میں پناہ لی تھی اونٹنی کو مار دیا۔ جب میزبان نے سنا تو اس نے کہا کہ میرے مہمان کی اونٹنی کو مار دینے کا یہ مطلب ہے کہ گویا مجھے مار دیا اس لئے اس نے اونٹنی کو مارنے والے شخص کو قتل کر دیا۔ اس پر مقتول کے دوست رشتہ دار اس کا انتقام لینے کے لئے آئے ادھر اس کے دوست رشتہ دار شامل ہو گئے اس طرح تمام عرب میں لڑائی کی آگ بھڑک اُٹھی اور سالہا سال تک جاری رہی۔ باوجود ان حالات کے جب رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں ان تمام لڑائیوں کو مٹاتا ہوں جو پیچھے گذر چکیں۔ [۵] اب ان کی یاد قائم نہیں رکھی جائے گی تو اسی وقت سب لڑائیاں ختم ہو گئیں اور ان کا نشان تک باقی نہ رہا۔ تو انبیاء کی اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ لوگوں میں اتحاد' اتفاق اور مساوات پیدا کریں۔ یہ مساوات اُس مساوات سے الگ ہوتی ہے جس کا دنیا کی مختلف قومیں دعویٰ کرتی ہیں۔

سوشلسٹ بھی کہتے ہیں کہ ہم مساوات قائم کرتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں کرتے وہ تو عداوت پیدا کرتے ہیں۔ جن امراء سے مال چھین کر وہ غرباء کو دے دیتے ہیں ان کے دلوں میں غرباء کے لئے کب ہمدردی پیدا ہو سکتی ہے۔ یا وہ کس طرح غرباء کو اپنا بھائی سمجھ سکتے ہیں وہ تو انہیں ظالم اور ڈاکو قرار دیتے ہیں اور اس تاک میں رہتے ہیں کہ موقع ملے تو انہیں تباہ کر دیں اور جب موقع ملے وہ ایسا کر بھی دیتے ہیں۔ اسی طرح سوشلسٹ غرباء کے دلوں میں بھی بغض پیدا کر دیتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ امیروں نے ہمیں لوٹ لیا ہے۔ انہیں مار دینا اور قتل کر دینا چاہئے۔ پس یہ بھی کوئی مساوات ہے کہ غریبوں کے دلوں میں امیروں سے نفرت اور امیروں کے دلوں میں غریبوں سے نفرت پیدا کی جاتی ہے۔ یہ عجیب مساوات ہے جو امیروں کو غریبوں کا اور زیادہ دشمن بنا دیتی اور غریبوں کو شقی القلب کر دیتی ہے۔ یا دنیا کی اور قومیں بھی ہیں جو مختلف ناموں سے مساوات قائم کرنے کی دعویدار ہیں مگر اصل میں ہے ایک بھی نہیں۔ مساوات کا دل سے تعلق ہے۔ گھر میں میاں بیوی' باپ ماں اور بچے ہوتے ہیں مگر دیکھو ان میں کیسی مساوات ہوتی ہے۔ بیوی خاوند کی اطاعت کرتی ہے اور خاوند بیوی سے ہمدردی رکھتا

ہے اور کوئی نہیں کہہ سکتا یہ مختلف لوگ ہیں۔ خاوند' بیوی کے مقابل پر یا بیوی خاوند کے مقابل یا بچے ماں باپ کے مقابل پر بھی کوئی امتیاز محسوس نہیں کرتے حالانکہ بعض امتیازات ہوتے ضرور ہیں مگر پھر بھی ان کے دلوں میں امتیاز نہیں ہوتا۔ انتظامی ضرورتوں کے لحاظ سے یا حالات کی بعض مجبوریوں کے باعث ظاہری طور پر ایک حد تک امتیاز ہوتا ہے مگر چونکہ باطن میں ان کے درمیان کوئی امتیاز نہیں ہوتا اس لئے اس وجہ سے کبھی کوئی جھگڑا پیدا نہیں ہوتا۔

محبت کرنے والی بیوی کبھی یہ بات پسند نہیں کرتی کہ وہ اپنے خاوند کے حقوق تلف ہونے دے۔ یا ہمدرد خاوند کبھی اس بات کا خیال بھی نہیں کرتا کہ اصرار اور محبت کے ساتھ مجھے اپنا ہم خیال بنالینے کی طاقت جو میری بیوی میں ہے میں اس کو کچل دوں۔ بیٹے بھی یہ خیال نہیں کرتے کہ ہمارا باپ ہمیں کوئی ہدایت نہ دے اور باپ کبھی یہ نہیں چاہتا کہ میرے بیٹے ترقی نہ کریں اور نہ بڑھیں۔ سوائے کسی پاگل کے کوئی شخص بھی ان امتیازات کو مٹانا نہیں چاہتا جو ایک خاندان کے مختلف ممبروں میں ہوتے ہیں بلکہ کوئی ان امتیازات کو محسوس بھی نہیں کرتا۔ بیوی خاوند کی خدمت کرتی ہے اور اس میں لذت محسوس کرتی ہے اسی طرح اصرار سے یا روٹھ کر بھی بیوی اگر خاوند سے کوئی بات منوائے تو کیا خاوند اسے بُرا مناتا ہے بالکل نہیں کیونکہ یہ بھی محبت کا ایک طریق ہوتا ہے۔ ایک سمجھدار بچہ ماں باپ کی اطاعت پر فخر کرتا ہے اور کبھی یہ نہیں سمجھتا کہ میں غلام ہوں بلکہ اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھتا ہے کہ مجھے خدمت کا موقع ملا کیونکہ یہ ایک بہت بڑی سعادت ہے۔ لوگ اس کے حاصل ہونے کے لئے دعائیں کراتے ہیں۔ مجھے ہر روز اس قسم کے خطوط ملتے ہیں کہ دعا کیجئے اللہ تعالیٰ والدین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ دیکھو یہ غلامی کتنی خوبصورت ہے۔ یہ اگر مساوات کے خلاف ہوتی تو لوگ اس کے لئے دعائیں کیوں کراتے۔ دنیا میں کوئی ایسا ملک نہیں جہاں کے رہنے والے یہ دعائیں کرتے ہوں کہ ہمارے ملک کی اپنی حکومت نہ رہے اور کوئی دوسرا ملک ہم پر حکمران ہو۔ مگر اکثر لوگ یہ دعائیں کراتے ہیں کہ والدین کی غلامی کی توفیق مل جائے۔ پس معلوم ہوا کہ ایسا امتیاز موجب برکت ہے اور اسی میں حقیقی مساوات ہے دیکھو یہی حکم کرنے والا باپ یا خاوند یا محبت اور ضد سے اپنی بات منوانے والی بیوی' تریاہٹ [۶] یا بالک ہٹ [۷] سے کام لینے والی عورت یا بچے جس وقت ایک دستر خوان پر جمع ہوتے ہیں تو کوئی ہے جو اس وقت ان میں فرق کر سکے۔ جب بیٹا چھوٹا ہوتا ہے تکلیف میں مبتلاء ہو تو کیا باپ اس کے لئے جان نہیں دے دیتا۔

کیا ایک ضدی بیٹا اپنے نرم طبیعت رکھنے والے باپ کے لئے خطرہ کے وقت مصیبت برداشت نہیں کرتا۔ وہی تریاہٹ سے کام لینے والی بیوی خاوند کی بیماری میں اپنے آپ کو قربان نہیں کر دیتی۔ پھر کیا وہ خاوند جو حکومت کرتا ہے جب اس کی بیوی تکلیف میں ہو تو اپنا مال و جان قربان نہیں کر دیتا۔ اس وقت یہ امتیاز کہاں جاتے ہیں۔ پس صاف معلوم ہوا کہ یہ سب امتیاز ظاہری تھے ورنہ حقیقتاً ان میں پوری طرح مساوات قائم ہے۔ آپ لوگوں نے تاریخ میں پڑھا ہوگا جب ہمایوں بیمار پڑا تو اگرچہ وہ بیٹا تھا اور عام قانون کے رو سے باپ کے ماتحت پھریوں بھی اس کا باپ بادشاہ اور حاکم تھا اور وہ ماتحت مگر دیکھو ان میں کیسی مساوات قائم تھی۔ جب ہمایوں بیمار پڑا تو اس کا باپ جو بادشاہ تھا اس کی چارپائی کے گرد گھوم کر دعا کرتا ہے کہ اس کی بلا مجھے لگ جائے۔ اور یہ دعا اس نے ایسے اخلاص سے کی کہ اِدھر وہ دعا کر کے الگ ہوا اُدھر اس کا نتیجہ ظاہر ہونے لگا۔ حتیٰ کہ ہمایوں اچھا ہو گیا اور وہ فوت ہو گیا۔^۸ اس وقت دیکھو ان میں جو امتیاز بظاہر نظر آتا تھا وہ کہاں گیا۔ پس حقیقی مساوات قلوب کی ہوتی ہے ورنہ ظاہری اتحاد کوئی چیز نہیں۔ ایک شخص زربفت کی قُبا پہنے ہوئے ہے اور دوسرا کھدّر وہ دونوں کس طرح مل سکتے ہیں جب ان کے دل نہیں ملتے تو وہ اگرچہ اکٹھے بیٹھ جائیں تو بھی اس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ امیر دل میں کہے گا کہ کمبخت نے کیسے میلے کپڑے پہن رکھے تھے بدبو سے دماغ پھٹا جاتا ہے اور غریب اپنے دل میں بد دعائیں دے رہا ہوگا کہ خدا اس کا بیڑا غرق کرے کمبخت اپنے آپ کو فرعون سمجھتا ہے۔ وہ اِدھر تیوری چڑھا رہا ہوگا اور وہ اُدھر خفا ہو رہا ہوگا۔ بتاؤ ایسے اکٹھے بیٹھنے کا کیا فائدہ اور کیا اس طرح مساوات قائم ہو سکتی ہے۔ جس چیز سے مساوات پیدا ہوتی ہے وہ دل کا اتحاد ہے اور جب دل کا اتحاد ہو جائے تو ظاہر کے امتیازات خود بخود مٹ جاتے ہیں یا وہ کوئی اثر نہیں رکھتے۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ بیوی اور خاوند باپ اور بچوں میں امتیازات ضرور ہوتے ہیں مگر چونکہ دلوں میں اتحاد ہوتا ہے اس لئے وہ کبھی اسے محسوس نہیں کرتے بلکہ بخوشی برداشت کرتے ہیں اور یہی وہ مساوات ہے جسے قائم کرنے کے لئے انبیاء آتے ہیں اور یہی ہے جس سے حقیقی عید پیدا ہو سکتی ہے اور جب تک یہ بات پیدا نہ ہو حقیقی مساوات کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ ایک امیر آدمی اگر دکھاوے کے لئے یا ذاتی اغراض کے ماتحت غریبانہ طرزِ زندگی اختیار کر لیتا ہے اور اس کے لئے لباس اور غذا میں سادگی پیدا کرتا ہے مگر دل کا غریب نہیں تو وہ حقیقی مساوات پیدا نہیں کر سکے گا کیونکہ ایسی مساوات دل سے آتی ہے۔

چاہے کوئی شخص زربفت کے کپڑے پہنے ہوئے ہو اور خواہ وہ خالص سونے کے تاروں کے لباس میں ملبوس ہو لیکن اگر اس کے دل میں یہ خیال ہو کہ یہ غریب لوگ بھی میرے بھائی ہیں میں ان سے جُدا نہیں ہوں اس کے دل میں ہر انسان کی محبت ہو ادنیٰ بھی اس کی نظر میں اعلیٰ ہو ایسا انسان دنیا کے لئے راحت کا موجب ہو گا۔ وہ یہ خیال نہیں کرے گا کہ غریب کے کپڑوں سے بو آتی ہے بلکہ یہ سمجھے گا کہ میرا بھائی غریب ہے میں اپنی دولت کو اس کی حالت اچھی کرنے پر صرف کروں۔ اس کے متعلق غرباء میں یہ خیال نہیں ہو گا کہ یہ متکبر اور مغرور ہے بلکہ وہ سمجھیں گے کہ یہ ہمارا بھائی ہے جو اپنی اعلیٰ طرز زندگی کے باوجود ہم سے ملتا ہے اور ہماری خدمت کے لئے برابر تیار رہتا ہے تو اس وقت حقیقی عید قوم کے لئے ہو گی۔ یہی عید کا مقام ہے جس طرح عید گاہ میں امیر غریب سب جمع ہو جاتے ہیں اسی طرح یہ وہ مقام ہے جہاں انبیاء سب کو جمع کرنے کے لئے آتے ہیں اس کے سوا اور کوئی مقام نہیں جہاں امیر غریب مل سکیں، جہاں مشرقی و مغربی جمع ہو سکیں، جہاں بوڑھے اور جوان اکٹھے ہو سکیں، ایک مغربی شاعر نے کہا ہے کہ

EAST IS EAST AND WEST IS WEST
AND NEVER THE TWIN SHALL MEET ؎۹

یعنی مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب اور کوئی تدبیر ایسی نہیں جو دونوں کو ملا سکے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ حقیقی امتیاز باتوں سے کبھی نہیں مٹتے۔ بچہ اور بوڑھا کہاں جمع ہو سکتے ہیں۔ وہ کونسا نقطہ ایسا ہو سکتا ہے جس پر امیر غریب، مرد عورت جمع ہو جائے، جہاں آقا غلام اکٹھے ہو سکیں۔ اس نقشہ کو تلاش کئے بغیر اجتماع کی کوشش کرنا فضول ہے۔ جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ امیر و غریب اکٹھے ہو جائیں اسی طرح یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ مرد و عورت بھی اکٹھے ہو جائیں۔ مگر کیا یہ ممکن ہے جس طرح یہ ناممکن ہے کہ بچہ اور بوڑھا یکساں ہو جائیں، مرد و عورت اکٹھے ہو جائیں اسی طرح یہ بھی ناممکن ہے کہ امیر و غریب کو اکٹھا کیا جا سکے جب تک کہ اس کے لئے کوئی نقطہ مرکزیہ ہم نہ نکالیں جس پر ایسا اجتماع ممکن ہو سکے۔ یہ خیال کرنا کہ امیروں سے دولت وغیرہ چھین کر اسے غریبوں میں تقسیم کر دیا جائے اور اس طرح مساوات قائم کی جائے بالکل لغو بات ہے۔ اس سے مساوات نہیں بلکہ بُغض بڑھتا ہے اور ہر ایک طبقہ دوسرے کو مٹانے کی کوشش کرتا ہے جس سے فساد بڑھتا ہے۔ اسی طرح مرد و عورت میں بھی

اختلافات وسیع ہو رہے ہیں۔ کسی جگہ عورتیں مردوں کے حقوق تلف کر رہی ہیں جیسے یورپ میں اور کسی جگہ مرد عورتوں کے حقوق دبا رہے ہیں جس طرح ایشیا میں اور کوئی چیز ان میں اتحاد پیدا نہیں کر سکتی۔ اتحاد صرف اسی چیز سے ہو سکتا ہے جو انبیاء آ کر لوگوں کے دلوں میں پیدا کرتے ہیں اور وہ اس اختلاف کو مٹا دیتے ہیں۔ ایک نوجوان بوڑھے سے کیوں مختلف ہوتا ہے اسی لئے کہ ان کی طبیعتوں کے تقاضے مختلف ہوتے ہیں۔ نوجوان ہلنا جلنا اور حرکت کرنا چاہتا ہے اور بوڑھا کہتا ہے ٹھہر جاؤ سوچ لیں۔ مگر اسلام اس اختلاف کو مٹاتا ہے وہ ہر نوجوان سے کہتا ہے کہ بوڑھا بنے۔ وہ اس کے اندر تبدیلی کر کے اسے اور بوڑھوں کو اکٹھا کرنا چاہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ وہ وقار اور عقل سیکھے۔ اسی طرح وہ ہر بوڑھے سے مطالبہ کرتا ہے کہ جوان بنے ست نہ ہو غافل نہ ہو۔ اپنے آپ کو کبھی پنشن کے قابل نہ سمجھے اسلام میں پنشن کوئی نہیں وہ انسان کو آخری سانس تک کار آمد بنانا چاہتا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تک غرغرہ نہ شروع ہو جائے انسان کی توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ [۱] یعنی عمر کے آخری لمحات تک وہ خدا کے حضور قبول ہونے اور اس کی فوج میں داخل ہونے کے قابل ہے۔ پس اسلام نوجوانوں سے کہتا ہے کہ بوڑھے بنو اور بوڑھوں سے کہتا ہے کہ جوان بنو۔ اسی طرح اسلام چاہتا ہے کہ مرد عورت بن جائے اور عورت مرد اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ مومن کی مثال مریم کی سی ہے اور مومن عورت کی مثال عیسیٰ علیہ السلام کی سی۔ [۲] پس اسلام عورت سے چاہتا ہے کہ مرد بنے اور مرد سے چاہتا ہے کہ عورت بنے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اپنی جنس بدل دے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض اخلاقی خوبیاں عورت میں ہوتی ہیں وہ مرد اپنے اندر پیدا کریں اور بعض مرد میں ہوتی ہیں وہ عورتیں پیدا کریں۔ عورت میں جتنا استقلال ہوتا ہے وہ مرد میں نہیں ہوتا۔ وہ سالہا سال تک ایک کام کرتی جاتی ہے مگر گھبراتی نہیں۔ بچہ بیمار ہوتا ہے اور اس قدر لمبے عرصہ تک بیمار چلا جاتا ہے کہ مرد کو بھول جاتا ہے کہ اس کا بچہ بیمار ہے مگر عورت اس کی چارپائی کے پاس سے نہیں ہٹتی۔ مرد میں استقلال بہت کم ہوتا ہے۔ وہ بہت جلد گھبرا جاتا ہے۔ بچہ ایسی ضد کرتا ہے کہ مرد کے پاس ہو تو اٹھا کر زمین پر دے مارے۔ مگر ماں پھر بھی اسے پیار کرتی اور کہتی جاتی ہے میرے چاند میرے تارے۔ بعض اوقات بچہ بیہودہ باتیں کرتا ہے۔ مثلاً یہ کہ مجھے تارے اُتار دو۔ ایسی بات پر مرد پہلے تو کہے گا کہ نہیں اُتارے جا سکتے اور بچہ بار بار کہے گا تو اسے ایک تھپڑ مار دے گا اور اس پر بھی وہ اگر ضِد سے باز نہ آئے تو

اٹھا کر پھینک دے گا۔ مگر ماں ساری رات اسے بہلانے کی کوشش کرتی رہے گی اور ذرا نہیں گھبرائے گی۔ یہ عورت کا کیریکٹر ہے یہ بات اگر مرد میں پیدا ہو جائے تو وہ دنیا کی کایا پلٹ سکتا ہے۔ اس جوش کے ساتھ جو پہلے ہی اس کی فطرت میں ہوتا ہے اور جو عورت میں موجود نہیں ہوتا۔ اگر اس کے اندر عورت والا استقلال پیدا ہو جائے تو وہ دنیا کو کھا جائے۔ اور جو انسان اپنے اندر مرد و عورت دونوں کی خوبیاں رکھتے ہیں وہ واقعی دنیا کو کھا جاتے ہیں۔

نادان اور جاہل لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ مرزا صاحب مرد بھی تھے اور عورت بھی لیکن انہیں معلوم نہیں کہ یہ دونوں صفات اپنے اندر پیدا کئے بغیر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ عورت کی سی محبت اور استقلال اور مرد کی سی دلیری اور اقدام جب یہ صفات جمع ہو جائیں تب ہی غلبہ حاصل ہو سکتا ہے اور یہی وہ مقام ہے جہاں اسلام سب کو جمع کرنا چاہتا ہے۔ اسلام عورت سے کہتا ہے کہ بزدل نہ بن اور اقدام کر اور مرد سے کہتا ہے کہ استقلال ' محبت اور قربانی سیکھ۔ جب عورت اپنے اندر اقدام اور دلیری پیدا کرے تو وہ مرد بن جاتی ہے اور استقلال ' محبت ' قربانی پیدا کرنے کے بعد مرد عورت بن جاتا ہے۔ تب وہ دونوں ایک مقام پر آ جاتے ہیں اور اسی حالت میں مساوات قائم ہو سکتی ہے۔ یہی حال امیر و غریب کا ہے۔ اسلام یہ نہیں کہتا کہ امیروں کی دولت چھین کر غریبوں کو دے دو یا غریب کی گردن امیر کے قبضہ میں دے دو۔ بلکہ وہ کچھ امیر کو نیچے کرتا ہے اور کچھ غریب کو اوپر۔ میں نے بتایا ہے کہ حقیقی مساوات دل سے تعلق رکھتی ہے اور یہی چیز ہے جو اسلام پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اسلام ظاہری مساوات کا قائل نہیں اس لئے وہ چاہتا ہے کہ جس کے پاس دولت ہو اس کے دل میں امارت ہونی چاہئے کیونکہ جو ظاہر کا بھی غریب ہو اور دل کا بھی غریب ہو ' وہ دنیا میں کوئی کام نہیں کر سکتا۔ کام کرنے والا وہی امیر ہے جو دل کا غریب ہو اور وہی غریب ہے جو دل کا امیر ہو۔ یہ حالت پیدا ہونے پر ہی قومیں ترقی کر سکتی ہیں۔ پاس دولت اور مال نہیں مگر وہ کہتے ہیں کیا پروا ہے سب دنیا کے اموال ہمارے ہی ہیں۔ یا اگر دولت ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ دولت کا کیا ہے یہ آئی گئی چیز ہے اور یہ ہمیں اس لئے دی گئی ہے کہ نیکی پیدا کریں اور جب یہ احساس پیدا ہو جائے تو امیر غریب ہو جاتا ہے اور غریب امیر۔ غریب ساری دنیا کی دولت کو اپنی سمجھتا ہے اور امیر اپنی کو بھی اپنی نہیں سمجھتا اور اس طرح وہ دونوں ایک مقام پر جمع ہو جاتے ہیں اور یہی وقت حقیقی عید کا ہوتا ہے۔ پس حقیقی عید حقیقی مساوات سے پیدا ہوتی ہے اور حقیقی مساوات

سوائے اسلام کے اور کہیں نہیں۔ اور اسے سوائے انبیاء کے اور کوئی قائم نہیں کر سکتا۔ امتیازات کو صرف اسلام ہی دور کر سکتا ہے اور اسلام ہی سب کو ایک جگہ جمع کرتا ہے۔ ایک طرف وہ عالموں کو جاہل بناتا ہے۔ وہ کہتا ہے علم سیکھو لہ اور جب سیکھ لیا تو کہتا ہے کہ علم ہی سب سے بڑی مصیبت ہے۔ علم کیا ہے ایک اندھیرے سے دوسرے اندھیرے میں جانے کا نام علم ہے۔ جس نے یہ دریافت کیا کہ پانی مرکّب ہے مگر کیا اس سے حقیقت ہم پر ظاہر ہو گئی۔ اب بھی ہمارے سامنے یہ سوال موجود ہے کہ کیا وہ گیسیں اپنی اپنی جگہ پر مفرد ہیں یا مرکب۔ پس ہم صرف ایک اندھیرے سے نکل کر دوسرے اندھیرے میں چلے گئے ہیں۔ یا مثلاً پہلے صرف یہ سمجھا جاتا تھا کہ سات سیارے اور آسمان اور زمین ہے مگر اب کہتے ہیں ہزاروں سیارے ہیں مگر پھر بھی کون یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ جتنے اس نے معلوم کر لئے ہیں ان کے سوا اور کوئی نہیں۔ تو اس طرح وہ ایک اندھیرے سے دوسرے اندھیرے میں چلے گئے اور یہی وہ چیز ہے جسے علم کہا جاتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں جہالت ہے۔ ایک شخص اگر پڑھا ہوا نہیں لیکن وہ اپنے دل و دماغ کو استعمال کرتا اور سمجھتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے طاقتیں دی ہیں اور مجھے ان کو استعمال کرنا چاہئے تو وہ عالم ہے۔ رسول کریم ﷺ ظاہری علوم کا ایک لفظ بھی نہ پڑھے ہوئے تھے مگر کون ہے جو آپ سے زیادہ علم رکھنے والا ہو۔ پس جہالت اور علم دونوں نفس سے پیدا ہوتی ہیں۔ علم جہالت پیدا کرتا ہے اور جہالت سے علم حاصل ہوتا ہے۔ میں ایک دفعہ بعض اور ساتھیوں سمیت دریا پر سیر کرنے کے لئے گیا ہوا تھا لوٹتے ہوئے رات ہو گئی اور رات بھی تاریک تھی۔ ایک جگہ ہم سطح زمین سے کوئی دس فٹ اونچے جا رہے تھے اور نیچے بہت گہرے گڑھے تھے۔ ہمارے آگے آگے گاؤں کے ایک نوجوان دوست تھے جو بوجہ اپنے آپ کو مقامی آدمی سمجھنے کے تیز تیز آگے جا رہے تھے اور راستہ جسے ہم کھو چکے تھے اس کی تلاش میں تھے۔ ایک جگہ جا کر انہوں نے آواز دی کہ میرے پیچھے آجائیے میں نے رستہ تلاش کر لیا ہے اور یہ فقرہ کہنے کے ساتھ ہی نظروں سے غائب ہو گئے اور صرف ایک دھماکے کی آواز آئی۔ آخر معلوم ہوا کہ جسے وہ رستہ سمجھے تھے دریا کی چمکتی ہوئی ریت تھی اور جسے وہ سات آٹھ فٹ اونچے کنارہ سے دیکھ رہے تھے چنانچہ قدم رکھتے ہی وہ نیچے جا پڑے۔ ہم لوگ دو میل سے آرہے تھے مگر چونکہ خیال تھا کہ رستہ سے ناواقف ہیں اس لئے ٹٹول ٹٹول کر قدم رکھتے تھے لیکن وہ چونکہ اپنے آپ کو واقف سمجھتے تھے اس لئے زیادہ محتاط نہ تھے اور اسی وجہ

سے وہ نیچے گر گئے۔ ان کی اس بات پر کہ میں نے رستہ ڈھونڈ نکالا ہے میرے پیچھے پیچھے آ جاؤ' سب دوست خوب ہنسے کہ تم ہم کو اچھا رستہ دکھانے لگے تھے اور رستہ بھر ان سے دوست دل لگی کرتے آئے۔ تو حقیقت یہی ہے کہ علم ہزاروں جہالتوں کا موجب ہے اور جہالت ہزاروں علموں کا اور حقیقی اتحاد کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ عالم اپنے آپ کو جاہل سمجھیں اور جاہل عالم اور اسی کے لئے انبیاء آتے ہیں کہ اور اسی سے حقیقی عید پیدا ہوتی ہے۔

آج چونکہ عید کا دن ہے اس لئے میں جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ دوست آپس میں حقیقی اتحاد پیدا کریں۔ امراء یہ سمجھیں کہ یہ اموال ہمارے پاس امانت ہیں اور خدا نے اس لئے دیئے ہیں کہ اس کے دین کی خدمت اور غرباء کی امداد کے لئے خرچ کریں اور جب تک ان کی یہ ذہنیت نہ ہو ان کے لئے عید نہیں ہو سکتی۔ دوسری طرف غرباء جب تک لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَامَتَّعْنَا بِهٖٓ [۳] پر عمل نہ کریں گے اور للچائی ہوئی نظروں سے دوسروں کے اموال کو دیکھنے کی عادت ترک نہ کریں گے اس وقت تک ان کے لئے عید نہیں ہو سکتی۔ خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ دوسروں کی چیزوں کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھو اور جب تک غرباء میں یہ روح پیدا نہ ہو ان میں وسعتِ حوصلہ پیدا نہ ہوگی۔ انہیں سمجھنا چاہئے کہ مال کیا چیز ہے۔ صحابہ کے پاس کونسا روپیہ تھا مگر باوجود اس کے انہوں نے ساری دنیا کو فتح کر لیا لیکن ہم ابھی تک اپنے کاموں کے لئے روپیہ کے محتاج ہیں۔ فلاں کام کے لئے بیس ہزار چاہئے اور فلاں کے لئے دس ہزار۔ ابھی ہم میں یہ احساس پیدا نہیں ہوا کہ روپیہ کوئی چیز نہیں۔ اب بھی اگر چند آدمی ایسے پیدا ہو جائیں جو سلسلہ کے لئے گھروں سے نکل کھڑے ہوں اور چاروں اطراف میں پھیل جائیں تو دیکھو کس قدر ترقی ہوتی ہے۔ ایسے لوگ مشکلات کی پرواہ نہ کریں اگر مانگ کر بھی روٹی کھانی پڑے تو کھا لیں۔ اس میں کیا حرج ہے اللہ تعالیٰ کے لئے مانگنا بُرا نہیں۔ سارے انبیاء اللہ تعالیٰ کے لئے مانگتے آئے ہیں۔ جو مانگنا برا ہوتا ہے وہ اپنے نفس کے لئے مانگنا ہے۔ جو گھر پر رہتے ہوئے خدا تعالیٰ کے لئے مانگتا ہے وہ بُرا نہیں تو جو تبلیغ کے لئے گھر سے نکلتا ہے اسے اگر مانگنا پڑے تو یہ مانگنا خدا کے لئے کیوں نہ ہو گا اس میں ذلّت کوئی نہیں۔ خدا کے لئے ہم اب بھی مانگتے ہیں۔ یہ چندے جو لئے جاتے ہیں یہ بھی خدا کے لئے مانگنا ہی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جھولی لے کر عورتوں میں چلے جاتے تھے کہ لاؤ چندہ دو۔ [۴] ایک عورت نے ایک کڑا اتار کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ دوسرا ہاتھ بھی آگ سے بچا۔ [۵] پس دین کے لئے

مانگنا پڑے تو اس میں عیب کی کوئی بات نہیں۔ بہرحال جب تک ہمارا مال پر بھروسہ رہے گا جب تک ہم یہ سمجھتے رہیں گے کہ اتنے ہزار سے ہمارا کام چل سکتا ہے اس وقت تک ترقی مشکل ہے۔ غرباء اپنے دل میں یہ سمجھیں کہ جب ہمارے پاس ایمان ہے تو ساری دنیا کے اموال ہمارے ہیں وہ اپنے آپ کو امیر سمجھیں یہ خیال بالکل نہ کریں کہ ہم غریب ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے اور امیر سمجھیں کہ ہمارے پاس جو دولت ہے یہ دین اور سلسلہ کے لئے ہے تب وہ اس مساوات اور عید میں شامل ہو سکیں گے۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ اگر وہ اپنے اموال نہ دیں گے تو دین تو تب بھی ترقی کرے گا مگر وہ اس خوشی میں شریک نہیں ہو سکیں گے منافقوں کی طرح خوشی میں شامل ہو جائیں تو اور بات ہے لیکن حقیقی خوشی میں ہرگز شریک نہیں ہو سکیں گے۔

اسی طرح جوان اپنے اندر بڑھاپا اور بوڑھے اپنے اندر جوانی پیدا کریں۔ مومن کبھی بوڑھا یا جوان نہیں ہوتا۔ جس دن سے وہ ہوش سنبھالے بوڑھا ہے اور جس دن سے بڑھاپے کے آثار شروع ہوں وہ جوان ہے۔ جب اس کا نفس جوان ہوتا ہے تو عقل بوڑھی ہوتی ہے اور جب جسم بوڑھا ہو جائے تو اس کی امنگیں جوانوں کی سی ہوتی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب عمرہ کے لئے گئے تو اُن دنوں سخت بخار پھیلا ہوا تھا اور صحابہ میں سے بعض بیمار رہنے کی وجہ سے چل بھی نہیں سکتے تھے اور کُبڑے کُبڑے چلتے تھے۔ اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک صحابی اکڑ اکڑ کر چلتے ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اس طرح کیوں چلتے ہو۔ تو انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! اگرچہ ہماری کمریں ٹیڑھی ہو گئی ہیں مگر وہ دیکھئے سامنے پہاڑ پر کفار ہیں اور میں نہیں چاہتا کہ وہ ہماری کمزوری کو محسوس کریں۔ آپ ہنسے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو تکبر ناپسند ہے مگر تمہارا یہ اکڑ کر چلنا بہت پسند آیا ہے۔[۶] تو کمزوری کے وقت طاقت کا اظہار اور طاقت میں کمزوری کا اظہار اسلام کا منشاء ہے۔ جب مومن دشمن کا سر کچل سکتا ہو اس وقت چاہئے کہ اسے چھوڑ دے مگر جب کمزور ہو تو چاہئے کہ اپنے سر کو اونچا رکھے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں جوان اور بوڑھے اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ عمر کی کمی یا زیادتی کوئی چیز نہیں۔ بوڑھے اپنے عزم اور ہمّت میں جوانوں کی طرح ہوں اور جوان عقل و فراست میں بوڑھوں کی طرح۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۶۳ سال کی تھی مگر آپ آخر تک جنگوں میں شریک ہوتے رہے اور آپ نے کبھی بڑھاپے کو تسلیم نہیں کیا۔ ایک صحابی کے متعلق آتا ہے کہ ان کی بیوی فوت ہو

گئیں اُس وقت ان کی عمر ۱۱۳ سال کی تھی۔ ۱۷؎ اور وہ خود بیمار تھے اور جلد فوت ہو گئے۔ اس وقت بھی وہ کہتے تھے کہ میری شادی کرادو کیونکہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو مجرد ہو اس کی عمر گویا ضائع ہو گئی۔ ۱۸؎ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس عمر میں بھی اپنے آپ کو بوڑھا نہیں سمجھتے تھے بلکہ یہی خیال کرتے تھے کہ میں جوان ہوں۔ اور دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ جوان بڑھاپے والا طریق اختیار کرتے اور دین کے لئے اپنے آپ کو ذمہ دار سمجھتے تھے۔ رسول کریم ﷺ نے اپنے کنبہ والوں کی دعوت کرکے ان کو تبلیغ کی اور آخر میں کہا کہ کوئی ہے جو خدا کی بات سنے اور اس کے دین کی مدد کرے۔ وہ لوگ سب مخالف تھے اس لئے چپ چاپ بیٹھے رہے بلکہ ممکن ہے ان کے چہروں پر حقارت اور غصہ کے آثار بھی ہوں۔ اُس وقت حضرت علیؓ کی عمر صرف گیارہ سال تھی مگر آپ کھڑے ہو گئے اور کہا میں ہوں۔ آپ اس وقت اگرچہ بچہ تھے مگر خیال کرتے تھے کہ میں اسلام کی ذمہ داریاں برداشت کرنے کے قابل ہوں۔ ۱۹؎ اس وقت بھی آپ میں گویا بوڑھوں والی فراست تھی۔ دوسری طرف انس ۱۱۳ سال کے تھے مگر سولہ سترہ سال کے بچے کی طرح اپنے آپ کو شادی کے قابل سمجھتے تھے اور یہی حقیقی مساوات ہے۔ ورنہ اس کے سوا اور کس طرح مساوات قائم ہو سکتی ہے اور اگر قائم کر بھی دی جائے تو وہ قائم کہاں رہ سکتی ہے۔ سب کو مکان' غذا' لباس اور دولت تو یکساں بانٹی جا سکتی ہے مگر عقل' علم اور ذہن کون بانٹ سکتا ہے۔ پس مساوات اتحادِ باطنی سے ہی قائم ہو سکتی ہے۔ بوڑھے اپنے اندر یہ عزم پیدا کریں کہ آخر دم تک لڑیں گے۔ حضرت خالد بن ولید جب فوت ہونے لگے تو بے اختیار رو رہے تھے۔ آپ کے دوستوں نے کہا کہ آپ کو تو خوش ہونا چاہئے کہ آپ اپنے رب کے پاس انعام لینے جاتے ہیں۔ مگر آپ نے کہا یہ ٹھیک ہے مگر میرے بدن پر سے کپڑا اٹھا کر دیکھو کوئی دو اُنگلی بھر بھی جگہ ایسی نہ ہو گی جہاں تلوار کا زخم نہ ہو مگر میری قسمت میں شہادت نہ تھی اور آج میں چارپائی پر جان دے رہا ہوں۔ ۲۰؎ تو مومن ہر حالت میں اور ہر عمر میں خدا کا سپاہی ہوتا ہے۔ اب دیکھ لو ہم میں سے کتنے ہیں جو اپنے آپ کو خدا کا سپاہی سمجھتے ہیں' کتنے ہیں جو تبلیغ کے لئے وقت دیتے ہیں اگر پوچھا جائے تو کہیں گے وقت نہیں ملتا حالانکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو سوائے کام کے چھ سات گھنٹوں کے باقی سارا وقت ان کا ضائع جاتا ہے۔ اگر وقتوں کی نگرانی کی جائے تو اتنا ہی وقت تبلیغ کے لئے نکال سکتے ہیں۔ صرف ہمت پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور اس امر کی ضرورت ہے کہ جوان بوڑھوں والی

عقل اور فراست پیدا کریں اور بوڑھے جوانوں والی ہمت۔ مرد عورتوں والا استقلال اور ایثار پیدا کریں اور عورتیں مردوں والی جرأت اور دلیری اور اقدام پیدا کریں۔ علم والے جب جاہلوں کی طرح خدا کے در پر نہ گر جائیں، کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اور جاہل جب تک یہ نہ سمجھ لیں کہ ایمان کی روشنی کے بعد دنیوی علوم کی کیا حقیقت ہے اور یہ ان کے رستہ میں حائل نہیں ہو سکتے اس وقت تک ترقی محال ہے۔ یہ حالت پیدا کرو پھر دیکھو دو چار سال کے ہی قلیل عرصہ میں تم کس طرح دنیا کو تہ و بالا کرتے ہو مگر ضرورت عمل کی ہے موںہہ کی باتوں سے کچھ نہیں بنتا۔ مساوات عمل سے قائم ہوتی ہے اور جس دن ہم یہ باتیں اپنے اندر پیدا کر لیں پھر حقیقت میں ایک جگہ جمع ہو سکتے ہیں جس کا لازمی نتیجہ عید ہے۔ میں نے کئی دفعہ بتایا ہے کہ ہزار پانچ سو آدمی بھی اگر مرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اتنے نہیں اگر دس بلکہ ایک ہی ہو جائے تو بھی اسے کوئی نہیں مار سکتا۔ حقیقی موت کا پیالہ چکھنے والی انبیاء کی جماعتیں ہوتی ہیں۔ اور دنیا ان کو مارنے کے لئے کتنا زور لگائے نہیں مار سکتی۔ بتاؤ کبھی کسی نبی کی جماعت کو کسی نے مارا ہے کبھی کوئی نبی مرا ہے نہیں بلکہ انہوں نے ہمیشہ کی زندگی پائی ہے اور ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ پس حقیقی زندگی کے لئے موت کا پیالہ چکھنا ضروری ہے۔ جوان آدمی کے نفس میں شوخی اور شرارت ہوتی ہے۔ اسے مار کر بڑھاپا پیدا کرنا اور اسی طرح بڑھاپے کو مار کر جوانی پیدا کرنا موت ہے۔ مرد کی موت یہ ہے کہ عورت والا استقلال اور ایثار اپنے اندر پیدا کرے اور عورت کی یہ ہے کہ مرد والی جرأت اور اقدام پیدا کرے۔ اسی طرح غریب کی موت یہ ہے کہ اپنے کو امیر سمجھے کنگال ہونے کے باوجود حوصلہ بلند رکھنا گویا غربت کے وجود کو مار دینا ہے اور امیر کے لئے اپنی امارت پر گھمنڈ نہ کرنا اور دل میں غربت پیدا کرنا موت ہے۔ اور یہ موتیں اگر اپنے اوپر وارد کر لی جائیں تو جماعت کامیاب ہو سکتی ہے۔ اس کے لئے کسی بڑی قربانی کی ضرورت نہیں صرف نیت کی ضرورت ہے۔ اسی منٹ میں اگر نیت کر لی جائے تو جوان بوڑھا بن سکتا ہے اور بوڑھا جوان۔ مرد عورت بن سکتی ہے اور عورت مرد۔ صرف ارادہ کی دیر ہے اور پھر سمجھ لو کہ حقیقی عید دروازہ پر کھڑی ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں سچے اور مخلص مومن بننے کی توفیق دے۔ ہمارے درمیان سے تمام امتیازات کو مٹا کر ہم کو ایک کر دے۔ ہم **كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ**[1] کی طرح ہو کر خدا کی خدمت میں لگ جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہمارے ہاتھوں

سے اس کام کو پورا کرے جس کے لئے اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا۔

(الفضل ۷۔ فروری ۱۹۳۵ء)

---

۱ صحیح بخاری کتاب العیدین

۲ ٹریم: بجلی سے چلنے والی گاڑی جو شہر کی سڑکوں پر ریل کی پٹڑی ڈال کر چلائی جاتی ہے۔

۳ الحشر: ۱۵   ۴ الانفال: ۶۴

۵ سیرت الامام ابن ہشام جزء ثالث صفحہ ۷۶

۶ تریاہٹ: عورتوں کی ضد

۷ بالک ہٹ: بچے کی ضد

۸ ہمایوں نامہ۔ اردو ترجمہ صفحہ ۷۳۔ مصنفہ گلبدن بیگم بنت بابر بادشاہ

۹ Rudyard Kipling :Ballad of East and West

۱۰ ترمذی کتاب الدعوات باب التوبة

۱۱ التحریم: ۱۱، ۱۲

۱۲ التوبة: ۱۲۲، طٰہٰ ۱۱۵۔ صحیح بخاری کتاب العلم باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللھم علمہ الکتاب صحیح بخاری کتاب العلم باب فضل من علم و تعلم

۱۳ الحجر: ۸۹

۱۴، ۱۵ صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب التحریض علی الصدقة والشفاعة فیھا وکتاب العیدین باب موعظة الامام النساء یوم العید۔

۱۶

۱۷ انسؓ بن مالک ۶۱۲ء۔ خادم حضور صلی اللہ علیہ وسلم ولید بن عبدالملک کے عہد میں وفات پائی۔ تفصیلی حالات کے لئے دیکھیں طبقات ابن سعد جلد ہفتم جزء ۱ صفحہ ۱۵-۱۶

۱۸ سیرت الامام ابن ہشام جزء ثالث صفحہ ۷۶

۱۹ طبقات ابن سعد (اردو ترجمہ) حصہ اول صفحہ ۲۸۵

۲۰ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلدا صفحہ ۱۵۸ مطبوعہ دائرۃ المعارف۔
حیدرآباد

۲۱ الصّف :۵